مولانا مودودی کا تصورِ تصوف: ایک مطالعہ

(A Study *Mawlānā Mawdūdī's* Theory of Sufism)

Hafiz Muhammad Imran

Doctoral Candidate Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

Dr. Muhammad Hafeez Tahir

Assistant Professor of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore

Dr. Ali Akbar Al-Azhari

Associate Professor of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract

Islamic history has a very old tradition of Sufism and it has its supporters and critics. One of the prominent contemporary scholars who have criticized Sufism in a particular context is *Mawlānā Abul 'Alā Mawdūdī* (1903-1979), a well-known British Indian and Pakistani Islamic Scholar, jurist and journalist. Because of his criticism of Sufism, people generally called him an opponent of Sufism. But on the other hand, his writings and thoughts also show that he is praising ancient and traditional Sufism. In this context, it would be important to know what *Mawdūdī's* theory of Sufism really is. It is for this purpose that *Mawdūdī's* concept of Sufism has been brought to the fore in this article. The study finds that according to *Mawdūdī*, Sufism, especially Sufism in the subcontinent, has become flawed. He uses the term self-purification instead of the term Sufism and considers the reform of the individual as the basis of social reform. In other words, *Mawdūdī* is not against Sufism, he prefers traditionalism and believes in renewal. According to him, true Sufism is that

which is proved by the Quran, Sunnah and the practices of the Companions. It can be concluded that *Mawdūdī* is a believer in the renewal of Sufism.

Keywords: *Mawlānā Abul ʻAlā Mawdūdī*, theory, Sufism

تمہید

اہلِ اسلام میں تصوف کی روایت بہت قدیم ہے۔ اسلامی تاریخ میں جہاں اس کے حامیوں کی تعداد بے شمار رہی ہے وہاں بہت سے لوگ اس کے ناقد بھی چلے آتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں جن سکالرز نے تصوف پر ایک خاص تناظر میں تنقید کی ان میں ایک نمایاں نام بیسویں صدی کے معروف عالمِ دین مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (1903ء-1979ء) کا ہے۔ تصوف پر ان کی اس تنقید کی وجہ سے لوگوں نے عمومی طور پر ان کا تصوف کا مخالف قرار دیا۔ لیکن دوسری طرف ان کی تحریروں اور افکار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم اور روایتی تصوف کی تعریف کر رہے ہیں۔ اس تناظر میں یہ جاننا ضروری معلوم ہوتا کہ مولانا مودودی کا نظریۂ تصوف فی الواقع کیا ہے؟ اسی مقصد کے تحت ان سطور میں مولانا مودودی کے تصورِ تصوف کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ مولانا مودودی کے افکار سے ان کے نظریہ تصوف کو مختلف نکات کی شکل میں سامنے لا کر نتیجۂ بحث مرتب کیا گیا ہے۔

تصوف میں باطل تصورات کا دخول

مولانا مودودی کے نقطہ نظر کے مطابق برصغیر کے تصوف میں بہت سے ایسے تصورات داخل ہو گئے ہیں جنھوں نے خانقاہی نظام کے نظامِ طہارت کو روح سے عاری کر دیا۔ ان کے نزدیک تصوف کا جو طریقہ قرآن وسنت اور عمل صحابہ سے ثابت ہے وہی کافی ہے۔ اس سے ہٹ کر جو طریقے جس نے ایجاد کیے ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے ان کے الفاظ ہیں:

> میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا جو طریقہ قرآن و سنت اور عمل صحابہ سے ثابت ہے وہی کافی ہے اور اسی پر ہمیں اکتفا کرنا چاہیے۔ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس میں کمی بیشی کرنا نہ درست ہے اور نہ مفید۔ اس سے ہٹ کر جو طریقے جس نے ایجاد کیے ہیں یا دوسرے ادیان و ملل کے متبعین سے اخذ کیے ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔[1]

قدیم تصوف کی تایید

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، رسائل و مسائل (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2007ء)، 3:424۔

مولانا مودودی تصوف میں نئے نئے تصوارت کے دخول کی وجہ سے عہدِ حاضر کے تصوف کا ابطال کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ قدیم تصوف کی تایید بھی کرتے ہیں۔ مثلاً قدیم تصوف کا عہد حاضر کے تصوف سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ایک تصوف وہ تھا جو اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا تھا۔ان کے اشغال و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ تھے۔اس تصوف کو ہم زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔دوسری وہ قسم ہے جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہیں اور اس میں شریعت، طریقت اور حقیقت الگ الگ چیزیں ہیں، اس کو مٹانا خدا کے دین کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ تیسرا وہ تصوف ہے جس میں پہلی اور دوسری قسم کی ملی جلی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔یہ ایسے بزرگوں سے عبارت ہے جو صاحب علم اور نیک سیرت ہیں۔اس کی ہم نہ کلی تصدیق کرتے ہیں اور نہ کلی تردید۔2

تصوف کی بجائے تزکیہ نفس کی اصطلاح

تزکیہ نفس کے نام پر تصوف کا اعتبار قائم و دائم ہے،اس لیے کہ اہلِ تصوف نے تصفیہ باطن اور تطہیر قلب کا نیک اور مبارک کام انجام دینے کی کوشش کی ہے۔اسی طرح انھوں نے رذائل اخلاق کو دور کرنے اور قلبی امراض کے علاج کے لیے جو نسخے تجویز کیے ہیں یا جو طریقے اپنائے ہیں، اس میں کون سے اصول ان کے سامنے رہے ہیں۔اس سلسلے میں امام غزالی نے ایک بہت ہی بنیادی بات کی کہ " اس کی عام ترسبیل یہ ہے کہ نفس جس چیز کی بھی خواہش کرے اور جدھر بھی مائل ہو ان سب کے معاملے میں مخالفانہ روشن اختیار کی جائے۔"3 تصوف میں مجاہدہ کا مقصد تزکیہ نفس کا حصول ہے، کیونکہ نفس جمہور صوفیا کے نزدیک منبع شر ہے، یعنی تمام رکے اعمال و افعال اسی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔4 حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ نفس ایک ایسی صفت ہے جو صرف باطل کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔5 نفس کی مخالفت کا تمام عبادت کی اصل اور تمام مجاہدات کا کمال سمجھا گیا ہے اور اس کی موافقت کو بندہ کی ہلاکت اور مخالفت کو نجات کا باعث بتایا گیا ہے۔6 تزکیہ نفس کے متعلق شیخ علی ہجویری فرماتے ہیں کہ آدمی نمونہ ہے کل عالم کا اور عالم نام

---

[2] عاصم نعمانی، تصوف اور تعمیر سیرت (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1985ء)، 36-35۔

[3] ابو حامد محمد الغزالی، احیاء علوم الدین (کراچی: دار الاشاعت، 2003ء)، 3: 54۔

[4] ابو الحسن علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2013ء)، 175۔

[5] الہجویری، کشف المحجوب، 175۔

[6] القشیری، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالہ قشیریہ (علی گڑھ: دار العرفان، 2005ء)، 57۔

ہے دو جہاں کا اور انسان میں دونوں جہانوں کا نشان موجود ہے۔7 فطری خواہشات اور طبعی میلانات کو بھی اہل تصوف نے ہوائے نفس کا نام دیا ہے، چنانچہ چالیس دن تک ترک طعام کو اس خیال سے ٹھہرایا ہے کہ اس سے پہلے سچی بھوک لگتی ہی نہیں اور اس دوران اگر کھانے کی طلب ہو تو اسے انھوں نے حرص اور غرور طمع پر محمول کیا ہے۔8

مولانا مودودی بھی تصوف کی اصطلاح کی بجائے تزکیہ نفس کی اصطلاح استعمال میں لاتے ہیں۔ وہ فرد کی اصلاح کو معاشرتی اصلاح کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: " نفس کو بری صفات سے پاک کیا جائے اور اچھی صفات کی آبیاری سے اس کو نشو نما دی جائے۔"9

بنیادی انسانی اخلاقیات اور اسلامی اخلاقیات

مولانا مودودی کے نزدیک روحانیت و اخلاق کی دو اقسام ہیں: بنیادی انسانی اخلاقیات اور اسلامی اخلاقیات۔ بنیادی انسانی اخلاقیات کا تعلق پوری انسانیت سے ہے۔ مثلاً اجتماعی نصب العین، قوت فیصلہ، صبر و ثبات، عزم و حوصلہ، مستقل مزاجی و تحمل، ہمت و شجاعت، مستعدی و جفاکشی، حزم و احتیاط، معاملہ فہمی و منظم سعی، اخلاص، حسن تدبیر و اطاعت امیر، باہمی محبت و ہمدردی، اجتماعیت پر انفرادیت کی قربانی، انصاف، سچائی اور خودداری و ایمانداری یہ ایسے اوصاف ہیں کہ جس قوم کے پاس ہوں وہ ایک طاقت ور اجتماعیت وجود میں لا سکتی ہے۔ اسلامی اخلاقیات ایمان، اسلام، تقویٰ، احسان ہیں۔ ان کا باہمی تعلق بیج، تنا، شاخیں اور پھل کا ہے۔ یہ دو کام کرتے ہیں: ا۔ بنیادی انسانی اخلاقیات کو ایک صحیح مرکز و محور فراہم کر دیتے ہیں۔ ۲۔ ان کو مستحکم کر کے وسعت دیتے ہیں، مثلاً مومن کے صبر اور کافر کے صبر میں فرق ہو گا۔ اللہ اقتدار اس قوم کے حوالے کرتا ہے جو فی الوقت موجود انسانوں کے گروہ میں اہل تر ہوں۔10

مولانا مودودی دنیا کو دار العذاب نہیں بلکہ ایک کارگاہ سمجھتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کام کر کے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ اسلام زندگی کے راہبانہ تصور کو رد کر دیتا ہے اور انسان کے لیے روحانی ترقی کا راستہ دنیا کے باہر سے نہیں بلکہ اس کے اندر سے نکالتا ہے۔ روح کی نشو نما اور بالیدگی اور فلاح و کامرانی کی اصل جگہ اس کے نزدیک کارگاہِ حیات کے عین منجدھار میں واقع ہے، نہ کہ اس کے کنارے

---

[7] الہجویری، کشف المحجوب، 178۔

[8] الہجویری، کشف المحجوب، 284۔

[9] شیخ احمد، مولانا مودودی اور تصوف (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1975ء)، 203۔

[10] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1978ء)، 18-26۔

پر۔11 احسان دراصل اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے دین کے ساتھ قلبی لگاؤ، گہری محبت، سچی وفاداری، فدویت اور جانثاری کا نام ہے، جو مسلمانوں کو فنافی الاسلام کر دے۔12

صحبت صوفیا سے استفادہ

مولانا مودودی کے بارے میں یہ تصور غلط ہے کہ وہ درگاہوں اور خانقاہی نظام کے مخالف تھے اور شیوخ سے بیعت وغیرہ کو غیر اہم قرار دیتے تھے، بلکہ ان کے بقول کہ وہ خود صحبت صوفیا سے فیض یافتہ ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ صوفیا کی صحبت سے میں نے استفادہ کیا ہے، متعدد صوفی بزرگوں سے توجہ لینے اور اشغال سیکھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں جن خیالات کی بنا پر بدنام ہوا ہوں اس کو کسی عام شخص کے خیالات نہ سمجھا جائے۔13 حقیقت یہ ہے کہ اہل تصوف جن کا تعلق روایتی تصوف کے بجائے حقیقی تصوف سے رہا ہے۔ وہ قرآن و سنت کے پابند رہے جیسا کہ جنید بغدادی کا قول ہے: "جو شخص قرآن و حدیث نہ پڑھے اور سنت سے کوئی عملی تعلق نہ رکھے وہ ہمارے طریق کی پیروی کے لائق نہ ہوگا، ہمارا طریقہ قرآن و سنت کا پابند ہے۔"14

تصوف یں مختلف چیزیں

مولانا مودودی کے نزدیک تصوف مختلف چیزوں کا نام ہے۔ وہ اس تصوف کا انکار کرتے ہیں جو اس سے مختلف ہے جس کی وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

> تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام سے موسوم ہو گئی ہیں۔ جس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں وہ اور چیز ہے جس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں، وہ ایک دوسری چیز اور جس تصوف کی ہم اصلاح چاہتے ہیں وہ ایک تیسری چیز ہے۔15

وہ تصوف کو بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں اور پھر تیسری قسم بنا کر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں: ایک تصوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیا میں پایا جاتا تھا۔ مثلاً فضیل بن عیاض، ابراہم ادھم، معروف کرخی وغیرہم (رحمہم اللہ)۔ اس کا کوئی الگ فلسفہ نہ تھا، اس کا کوئی الگ طریقہ نہ تھا۔ وہی افکار اور وہی اشغال و اعمال تھے، جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھے اور ان سب کا وہی مقصود تھا جو اسلام کا مقصود تھا، یعنی اخلاص للہ اور توجہ الیٰ اللہ۔ وماامروا الا

---

[11] شیخ احمد، مولانا مودودی اور تصوف، 210۔

[12] شیخ احمد، مولانا مودودی اور تصوف، 228

[13] ترجمان القرآن (ذوالقعدہ و ذوالحجہ 1370ھ): 39۔

[14] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فکری تربیت کے اہم تقاضے (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1986ء)، 219۔

[15] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تجدید واحیائے دین (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)، 108-109-

لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء۔ اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا تصوف وہ ہے جس میں اشراقی اور رواقی اور زردشتی اور ویدانتی فلسفوں کی آمیزش ہو گئی ہے۔ جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہو گئے ہیں۔ جس میں مشرکانہ تخیلات و اعمال تک خلط ملط ہو گئے ہیں۔ جس میں شریعت اور طریقت اور معرفت الگ الگ چیزیں... ایک دوسرے کم و بیش بے تعلق، بلکہ بر بعض اوقات باہم متضاد... بن گئی ہیں۔ جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے فرائض کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے کی بجائے اس سے بالکل مختلف دوسرے کاموں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس کو مٹانا خدا کے دین کو قائم کرنے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے، جتنا جاہلیت جدیدہ کو مٹانا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور تصوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات پہلی قسم کے تصوف کی اور کچھ خصوصیات دوسری قسم کے تصوف کی ملی جلی پائی جاتی ہیں۔ اس تصوف کے طریقوں کو متعدد ایسے بزرگوں نے مرتب کیا ہے جو صاحب علم تھے، نیک نیت تھے، مگر اپنے دور کی خصوصیات اور پچھلے ادوار کے اثرات سے بالکل محفوظ بھی نہ تھے۔ انھوں نے اسلام کے اصلی تصوف کو سمجھنے اور اس کے طریقوں کو جاہلی تصوف کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن اس کے باوجود ان کے نظریات میں کچھ نہ کچھ اثر جاہلی فلسفہ تصوف کے اور ان کے اعمال و اشغال میں کچھ نہ کچھ اثرات باہر سے لیے ہوئے اعمال و اشغال کے باقی رہ گئے، جن کے بارے میں ان کو یہ اشتباہ پیش آیا کہ یہ چیزیں کتاب و سنت کی تعلیم سے متصادم نہیں ہیں۔ یا کم از کم تاویل سے انھیں غیر متصادم سمجھا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں اس تصوف کے مقاصد اور نتائج بھی اسلام کے مقصد اور اس کے مطلوبہ نتائج سے کم و بیش مختلف ہیں۔ نہ اس کا مقصد واضح طور پر انسان کو فرائض خلافت کی ادائیگی کے لیے تیار کرنا اور وہ چیز بنانا ہے جسے قرآن مجید نے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاس کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور نہ اس کا نتیجہ ہی یہ ہو سکا ہے کہ اس کے ذریعے سے ایسے آدمی تیار ہوتے جو دین کے پورے تصور کو سمجھتے اور اس کی اقامت کی فکر انھیں لاحق ہوتی اور وہ اس کام کو انجام دینے کے اہل بھی ہوتے۔ اس تیسری قسم کے تصوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں اور نہ کلی تردید۔ بلکہ اس کے پیروؤں اور حامیوں سے ہماری گزارش یہ ہے کہ براہِ کرم بڑی بڑی شخصیتوں کی عقیدت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس تصوف پر کتاب و سنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالیں اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں۔ نیز جو شخص اس تصوف کی کسی چیز سے اس بنا پر اختلاف کرے کہ وہ اسے کتاب و سنت کے خلاف پاتا ہے، تو قطع نظر اس سے کہ آپ اس کی رائے سے موافقت کریں یا مخالفت، بہر حال اس کے حق تنقید کا انکار نہ فرمائیں اور اسے خواہ مخواہ نشانہ ملامت نہ بنانے لگیں۔[16]

مقامِ تصورِ شیخ

[16] مودودی، تجدید و احیائے دین، 109-

تصور شیخ کے بارے مولانا کا موقف ہے کہ اس پر دو حیثیتوں سے گفت گو کی جا سکتی ہے۔ ایک بجائے خود ایک فعل ہونے کی حیثیت، دوسرے ایک ذریعہ تقریب اللہ ہونے کی حیثیت۔ پہلی حیثیت میں اس فعل کے صرف جائز یا ناجائز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور اس کے فیصلے کا انحصار اس سوال پر ہے کہ آدمی کس نیت سے یہ فعل کرتا ہے۔ دوسری نیت وہ ہے جس کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مشکل ہے کہ کوئی فقیہ اسے ناجائز کہ سکے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے میں کسی شخص کو اجنبیہ کے حسن کا نظارہ کرتے ہوئے دیکھوں اور اس حرکت کی غرض دریافت کرنے پر وہ مجھے بتائے کہ میں اپنے ذوق و جمال کو تسکین دے رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ مجھے کہنا پڑے گا کہ تو یقیناً ایک ناجائز کام کر رہا ہے۔ دوسرے کو یہی حرکت کرتے ہوئے دیکھوں اور میرے پوچھنے پر وہ مجھے جواب دے کہ میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس صورت میں مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑے گا کہ تیرا یہ فعل ناجائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے فعل کی ایک ایسی وجہ بیان کر رہا ہے، جسے شرعاً میں غلط نہیں کہہ سکتا۔[17]

تصور شیخ کی دوسری حیثیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اس امر میں نہ کبھی شک رہا ہے اور نہ آج شک ہے کہ اس حیثیت سے یہ فعل قطعی غلط ہے، خواہ اس کی نسبت کیسے ہی بڑے لوگوں کی طرف کی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ سے تعلق پیدا کرنے اور بڑھانے کے ذرائع بتانے میں خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہر گز کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ پھر کیوں ہم ان کے بتائے ہوئے ذرائع پر قناعت نہ کریں اور ایسے ذرائع ایجاد کرنے لگیں جو بجائے خود بھی مخدوش ہوں اور جن کے اندر ذرا سی بے احتیاطی آدمی کو قطعی اور صریح ضلالتوں کی طرف لے جا سکتی ہو؟

اس معاملے میں یہ بحث پیدا کرنا اصولاً غلط ہے کہ جب دوسرے تمام معاملات میں ہم مقاصد شریعت کو حاصل کرنے کے لیے وہ ذرائع اختیار کرنے کے مجاز ہیں، جو مباحات کے قبیل سے ہوں تو آخر تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کے معاملہ میں ہم کیوں انھیں اختیار کرنے کے مجاز نہ ہوں؟ یہ استدلال اصولاً اس لیے غلط ہے کہ دین کے دو شعبے ایک دوسرے سے الگ نوعیت رکھتے ہیں۔ ایک شعبہ تعلق باللہ کا ہے اور دوسرا شعبہ تعلق بالناس وغیرہ کا۔ پہلے شعبہ کا اصول یہ ہے کہ اس میں ہم کو انھی عبادات اور انھی طریقوں پر انحصار کرنا چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتادیے ہیں۔ ان میں کوئی کمی کرنے، یا ان پر کسی نئی چیز کا اضافہ کرنے کا ہمیں حق نہیں ہے، کیوں کہ اللہ کی معرفت اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کے ذرائع کی معرفت کا ہمارے پاس کوئی دوسرا ذریعہ کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کے سوا نہیں ہے۔ اس معاملے میں جو کمی بیشی بھی کی جائے گی، وہ بدعت ہو گی، اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ یہاں یہ اصول نہیں چل سکتا کہ جو کچھ ممنوع نہیں ہے وہ مباح ہے۔ یہاں تو قیاس سے بھی اگر کوئی مسئلہ نکالا جائے گا تو لازماً اس کا کوئی مبنی کتاب و سنت میں موجود ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے دوسرے شعبے میں مباحات کا باب کھلا ہوا ہے۔ جو حکم دے دیا گیا ہے اس میں حکم کی اطاعت کیجیے، جو کچھ منع کیا گیا ہے، اس سے رک جائیں اور جس معاملہ میں حکم نہیں دیا گیا ہے، اس میں اگر

---

[17] مودودی، تجدید واحیائے دین، 110-

کسی ملتے جلتے معاملے پر کوئی حکم ملتا ہو تو اس پر قیاس کر لیجیے، یا قیاس کا بھی موقع نہ ہو تو اسلام کے اصول عامہ کے تحت مباحات میں سے جس چیز اور جس طبقے کو نظام اسلامی کے مزاج سے مطابق پائے، اسے قبول کر لیجیے۔ اس شعبہ میں یہ آزادی ہمیں اس لیے دی گئی ہے کہ دنیا اور انسان اور دینوی معاملات کے متعلق مصلحت کو جاننے کے عقلی اور عملی ذرائع کم از کم اس حد تک ہمیں ضرور حاصل ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی رہنمائی سے مستفید ہونے کے بعد ہم کو شر سے اور صحیح کو غلط سے ممیّز کر سکتے ہیں۔ پس یہ آزادی صرف اسی شعبے تک محدود رہنی چاہیے۔ اسے پہلے شعبے تک وسیع کرکے، اور جو کچھ ممنوع نہیں ہے، اسے مباح سمجھ کر، تعلق باللہ کے معاملہ میں نئے نئے طریقے نکالنا یا دوسروں سے اخذ کرکے اختیار کر لینا بنیادی طور پر غلط ہے۔ اسی غلطی میں مبتلا ہو کر نصاریٰ نے رہبانیت اختیار کر لی تھی جس کی قرآن میں مذمت کی گئی۔[18]

خلاصہ بحث

مولانا مودودی تصوف کی تجدید کے قائل ہیں۔ ان کے بقول تصوف خصوصاً برصغیر کے تصوف میں خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اس میں بہت سے ایسے عوامل کارفرما ہو چکے ہیں، جو اس کے مقصدِ اصلی کے خفا میں چلے جانے کا باعث ہیں اور نتیجتاً مسلمان اس سے کماحقہ استفادہ نہیں کر پا رہے اور اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ تصوف کی اصطلاح کی بجائے تزکیۂ نفس کی اصطلاح استعمال میں لاتے ہیں اور فرد کی اصلاح کو معاشرتی اصلاح کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تصوف کا جو طریقہ قرآن و سنت اور عمل صحابہ سے ثابت ہے وہی کافی ہے۔ اس سے ہٹ کر جو طریقے جس نے ایجاد کیے ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک برصغیر کا تصوف اپنی حقیقت کھو چکا ہے، اس کی وجہ کمی بیشی اور دیگر ادیان سے چیزوں کا مستعار لیا جانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مولانا مودودی تصوف کے مخالف نہیں، اس میں روایت پسندی کو ترجیح دیتے ہوئے تجدید کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقی تصوف وہی ہے، جو قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے ثابت ہو۔ وہ تصوف کو اصل مآخذ تصوف سے مربوط کرنے کے موید ہیں۔

[18] ترجمان القرآن، لاہور (فروری 1952ء): 44-